اسلام اور مغرب

ڈاکٹر خالد ظفر اللہ☆

غیر مُسلم اقوام سے مشابہت؟

امریکہ کی موجودہ جنگ طالبان کی بجائے اسلام سے جنگ ہے، بعض اہل دانش اسے تہذیبوں کی جنگ بھی قرار دے رہے ہیں، جیسا کہ صدر بش نے ۱۱ ستمبر کے حملوں کو امریکی تہذیب کے خلاف حملہ قرار دیا۔ اسلام اپنی تہذیب میں کیا خصوصیات رکھتا ہے اور غیر مسلم تہذیبوں کے بارے میں اس کا رویہ کیا ہے؟ زیر نظر مضمون اسی موضوع کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے۔ محدث، جولائی ۲۰۰۱ء کا شمارہ بھی اسلام اور مغرب کی اسی تہذیبی کشمکش سے مخصوص تھا، جس کا مطالعہ بھی اس سلسلے میں مفید ہوگا۔ علامہ ابن تیمیہؒ کی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم میں اسی موضوع پر وقیع بحث کی گئی ہے۔ (حسن مدنی)

اسلامی تہذیب کے تقاضے

دورِ حاضر تہذیبی تصادم (Clash of Civilizations) کا دور کہلاتا ہے۔ سات براعظموں پر پھیلا ہوا کرۂ ارضی سائنسی ایجادات اور الیکٹرانک میڈیا کے سامنے سمٹ کر گلوبل ولیج بن چکا ہے۔ اس بڑے گاؤں پر مغربی ثقافتی یلغار سیل رواں کی طرح چھائی جارہی ہے اور غالب یورپی اقوام عسکری چڑھائی اور ایک بالشت کی بھی دیوار پھاندے بغیر بیڈرومز تک تہذیبی غلبہ پاچکی ہیں۔ سونیا گاندھی بھی طعنے دے رہی ہے کہ ہم نے پاکستان کے ساتھ ثقافتی جنگ جیت لی ہے۔

عصر حاضر کی اس ثقافتی جنگ (Culture War) میں بحیثیتِ مسلم قوم ہمارے تین طرح کے رویے سامنے آتے ہیں۔ بعض لوگ تو وہ ہیں جو مغربی ثقافت کی برتری تسلیم کرکے اس سے مرعوبیت کا شکار ہیں، بے شمار خرابیوں کے باوجود اب وہ دنیاوی ترقی کو اسی سے مشروط سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اپنے وجود، طور اطوار اور قول وعمل سے اسی کی نمائندگی کررہے ہیں۔ یہ ترقی پسند اور تجدد پسند گروہ ہے۔

دوسرے گروہ کا رویہ قدامت پسندانہ ہے۔ انہوں نے مغرب کے تہذیبی مظاہر کی مخالفت کو اپنا رکھا ہے اور وہ اپنے بودوباش ، روزمرہ لباس اور بول چال کے طور طریقوں میں بھی باہتمام پرانے طریقوں کو سختی سے پکڑے نظر آتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض ایسی باتیں جو اسلامی تہذیب کا حصہ تو نہ تھیں لیکن ماضی میں دین دار طبقے کی عکاسی کرتی تھیں مثلاً کالروالا قمیص نہ پہننا، وہ اس کی پابندی بھی کرتے ہیں۔

مسلمانوں کا تیسرا گروہ توازن واعتدال کی پالیسی پر کارفرما ہے۔ وہ باتیں جو شرعاً معیوب نہیں، اور ان کو اپنانا جائز ہے، یہ لوگ ان کی پابندی پر اصرار نہیں کرتے۔ الكلمة الحكمة ضالة المؤمن کی

☆ صدر شعبۂ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج، سرگودھا

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

حکیمانہ روش اور خذ ما صفا ودع ما کدر کی مؤمنانہ فراست کے ساتھ باعث خیر کو قبول کرنا اور باعثِ شر کو ردّ کرنا ان کا طریقہ ہے۔

یہاں پر چند سوال پیدا ہوتے ہیں کہ کیا مسلمان ایک بہروپیا کا کردار اپنانے والا ہوتا ہے کہ ایک چہرے پر کئی چہرے سجا لے اور تہذیبِ اغیار کا نمائندہ بن جانا گوارا کرلے۔ کیا اسلامی تہذیب پر کاربند رہنا اس کے لئے لازم نہیں ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ حقیقی مسلمان صرف اپنی تہذیب کا علمبردار ہوتا ہے، بہروپیا نہیں کہ تہذیبِ اغیار کو وردِ زبان اور حرزِ جان بنا لے، لیکن ثقافتی جنگ میں باعث خیر کو بھی ردّ کرتے چلے جانا کیا اسلامی سوچ ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ باعثِ خیر کو ردّ کرنا اسلامی طرزِ فکر نہیں بلکہ مشرکین مکہ کا وطیرہ ہے۔ وہ کہتے تھے اے اللہ! اگر یہ حق تیری طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کا مینہ برسا یا ہم پر دردناک عذاب لے آ۔ (۱)

مسلمانوں کے اس قسم کے رویوں کے بالمقابل اگر ہم پیغمبر انقلاب حضرت محمد ﷺ کی انقلابی سیرت کا مطالعہ کریں کہ آپؐ نے مشرکین مکہ، جزیرۃ العرب کے اہل کتاب اور مجوسِ عجم کے تہذیبی طور اطوار کے بارے میں کیا رویہ اختیار کیا تھا؟ تو اس سے ایک متوازن راہ عمل اپنائی جاسکتی ہے۔

محمد بن حبیب (۲۴۵ھ) کی کتاب المُحَبّر (۲) جیسی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد تہذیبِ اغیار کے بارے میں آپؐ کے رویے کا خلاصہ یوں سامنے آتا ہے

۱۔ باطل اور شر کی نمائندہ روایات کو تمام تر مخالفت کرتے ہوئے ردّ کرنا۔

۲۔ خیر وشر کی جامع ثقافتی رسومات کو ردّ وبدل کے بعد اپنانا۔

۳۔ عمدہ اخلاقی وتمدنی عادات کو بعینہٖ قبول کرلینا۔

۴۔ کلیتًا نئی تہذیبی تعلیمات سامنے لانا۔

سیرتِ نبویؐ کا تہذیبی کشمکش کے حوالے سے جائزہ لینے سے پہلے تہذیب وتمدن یا ثقافت وکلچر کے بارے میں کچھ عرض کرنا ضروری ہے۔ یہ چاروں لفظ معمولی اصطلاحی فرق کے باوجود باہم مترادف معنوں میں مستعمل ہیں۔ ان کے مفہوم میں کسی قوم کے عقائد ونظریات کی بنیاد پر اختیار کردہ مذہبی، اخلاقی، سماجی رویے اور معاشرتی، معاشی و سیاسی طرزِ زندگی شامل ہے۔ سماجی علوم کے نامور ماہرین کی تعریفوں میں الفاظ کا معمولی فرق تو پایا جاتا ہے لیکن تہذیب وتمدن یا ثقافت وکلچر کی مشترک روح سب کے ہاں یہی ہے کہ افکار ونظریات اور ان کی بنیاد پر اختیار کردہ انسانی زندگی (بالفاظِ دیگر عقیدہ وعمل کے مجموعے) کا نام تہذیب وتمدن ہے۔ نامور مسلم تاریخ دان اور ماہر عمرانیات ابن خلدون (۸۰۸ھ/۱۴۰۶ء) کے ہاں لفظ

© rasailojaraid.com

حضارۃ اسی مفہوم کی نمائندگی کرتا ہے۔(۳)

یہ بات واضح ہونے کے بعد کہ تہذیب وتمدن میں اصل بنیاد عقائد ونظریات ہیں اور انداز بود وباش، طرزِ معاشرت، طرزِ معیشت، طرزِ سیاست، علوم وفنون، عبادات ومعاملات یہ سب ظاہری رویے ہیں، اس بات کو دہرانا بھی مفید ہوگا کہ ہر آدمی اپنے اپنائے ہوئے نظریۂ حیات کی بنیاد پر خطوطِ زندگی استوار کرتا ہے۔ کسی فرد یا قوم پر تہذیبی غلبہ پانے کے لئے 'غزوِفکری' کی مدد سے اس کے نظریات کی بنیادیں متزلزل کرنا شرطِ اوّلین ہے۔

اب ہم تہذیبی کشمکش کے حوالے سے سیرتِ نبویؐ کا جائزہ لیتے ہیں تو سب سے پہلے نبی ﷺ خود تصادم کا آغاز کرتے نظر آتے ہیں۔ جب آپؐ نے یہ نعرہ لگایا 'لا الہ الا اللہ......' جس نے ان کے عقائد اور نظام کی نفی کی، ان کے رسم ورواج اور رذائل اخلاق کی نفی کی، ان کے معاشرتی نظام اور اس میں پائی جانے والی اونچ نیچ کی نفی کی، نسل پرستی وآبا پرستی کی نفی کی، ہوائے نفس کی نفی کر دی، گویا آپؐ نے تہذیب وتمدن کے جملہ رویوں اور مظاہر کی نفی کر کے تہذیبی ٹکراؤ کا آغاز کر دیا۔

آپؐ نے مشرکین عرب اور اہل کتاب کے عقائد کو بیتِ عنکبوت ٹھہرایا۔ ان پر واضح کیا کہ یہ صنم، پتھر کی خراش تراش کے باوجود پتھر ہی رہتا ہے، نفع ونقصان کا مالک نہیں بن جاتا۔ یہ بے چارا تو اپنے اوپر بیٹھی ہوئی مکھی سے کچھ واپس نہیں لے سکتا۔(۴) اسی طرح اہل کتاب کے انبیاء اللہ کو ابن اللہ قرار دینے کے غیر معقول عقیدے کی گرہ کشائی کی۔(۵) چنانچہ مظلوم بدنام مصلح محمد بن عبدالوہاب (۱۲۰۶ھ/۱۷۹۲ء) نے اپنی کتاب میں ایک سو جاہلانہ نظریاتی مسائل پر اسلامی تنقید کو جمع کر دیا ہے۔(۶)

پیغمبر ﷺ نے مسلسل ۱۳/ سالہ مکی دور میں ان کی تہذیبی بنیادیں منہدم کیں اور اپنی نظریاتی بنیادیں مضبوط کیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ مکی دورِ رسالت درحقیقت اسلامی تہذیب کی جڑیں مضبوط کرنے اور بالمقابل تہذیبوں کی جڑیں کھوکھلی کرنے کا دور ہے۔

اس کے بعد مدنی دور اسلامی تمدن وثقافت کو پروان چڑھانے کا دور ہے۔ اس میں آپؐ نے اپنے اردگرد موجود اَقوام کے تہذیبی رویوں کی زیادہ تر مخالفت کی کیونکہ وہ تمدن برائی کے علمبردار بن چکے تھے۔ یہ مخالفت اس قدر شدید تھی کہ بالآخر آپؐ کے بارے میں یہود چلا اُٹھے کہ

"ما يريد هذا الرجل أن يدع من أمرنا شيئا إلا خالفنا فيه"(۷)

''اس شخص نے تو قسم کھا رکھی ہے کہ ہر بات میں ہماری مخالفت کرے گا''

آپؐ کا رویہ بھی اس بارے میں کچھ یوں تھا

"ھدينا مخالف لهديهم" ہماری ثقافت اغیار کی ثقافت سے الگ تھلگ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا اس شدت سے مخالفت کرنا بالکل فطری تھا، کیونکہ انسانی وجود میں ظاہر و باطن کا گہرا تعلق ہے۔ ظاہر باطن کا پابند ہے اور باطن ظاہر سے متاثر۔ اگر ظاہری یعنی خارجی طور پر ہم غیر اسلامی تہذیب کو اختیار کریں گے تو اس کے اثرات دل و دماغ پر ضرور مرتب ہوں گے۔ اور پھر آہستہ آہستہ اس غیر اسلامی تہذیب کے گمراہ کن افکار و نظریات بھی قلبِ مسلم پر قبضہ کرلیں گے۔ اس تباہ کن خدشہ کے پیش نظر پیغمبر حکمت و دانش علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں کو غیر مسلم اقوام کے تہذیبی طور اطوار سے بالکل کاٹ دیا اور اس بارے میں نرمی دکھانے والوں کو بارہا آگاہ کیا کہ اگر میری پیش کردہ اسلامی تہذیب کی بجائے دوسروں کی طرف رخ کرو گے تو پھر انہیں میں گردانے جاؤ گے:

من تشبه بقوم فهو منهم [(٨)] ''جو جس قوم سے مشابہت اپنائے گا وہ انہی سے ہوگا''

مسلم قوم کی اعلیٰ ایمانی، اخلاقی و تمدنی تعلیمات سے تربیت کے بعد آپؐ کو غیر اسلامی تہذیب کی طرف ذرا سا میلان گوارا نہ تھا۔ حضرت عمرؓ (۲۳ھ/۶۴۴ء) نے یہودِ مدینہ کے پاس سے گذرتے ہوئے تورات سے ان کی صرف ایک دعا نوٹ کی اور آ کر نبی ﷺ کے پاس پڑھنی شروع کردی تو آپؐ کا چہرہ متغیر ہوگیا۔[(٩)]

آپؐ نے شرفِ انسانی کے منافی انداز کو ردّ کرتے ہوئے اسلامی تہذیب میں وہ طور طریقے شامل کئے جو ہر لحاظ سے انسانی وقار کے شایانِ شان تھے۔ مثلاً قبل از اسلام عرب مردوں میں کھڑے ہوکر بھی پیشاب کرنے کا رواج تھا جبکہ عورتیں بیٹھ کر ہی پیشاب کرتیں۔ آپؐ نے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کا نامناسب انداز پسند نہیں فرمایا اور بیٹھ کر پیشاب کرنے کو رواج دیا تو عرب پکار اٹھے کہ انہوں نے تو عورتوں کا سا انداز اپنا لیا ہے۔

إنه ﷺ بال جالسا مخالفا لعادة العرب فقالوا متعجبين انظروا إليه يبول كما تبول المرأة[(١٠)]

''آپ نے اہل عرب کی عادت کے برعکس بیٹھ کر پیشاب (کرنے کا رواج عام) کیا تو وہ تعجب اور حیرانگی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے کہ دیکھو: ایسے پیشاب کرتا ہے جیسے عورتیں......''

ماہانہ ایام میں عورت سے روا رکھے جانے والے غیر انسانی اور غیر اخلاقی یہودی رویے کے برعکس آپؐ نے جنسی تعلقات سے ہٹ کر دیگر تمام تعلقات باقی رکھنے کی اجازت دے دی۔[(١١)] تو اس پر بھی یہودی چلائے تھے کہ مايريد هذا الرجل أن يدع من أمرنا شيئا إلا خالفنا فيه

ہر تہذیب کا نمائندہ بنیادی یونٹ گھر ہوتا ہے۔ یہود کے گھر گندگی کے ڈھیر ہوتے تھے۔ آپؐ نے

اس حوالے سے ان کی مشابہت سے منع فرمایا: لا تشبھوا بالیھود [۱۲] اور ایک حدیث میں اپنے گھر بار کو صاف ستھرا رکھنے کی تلقین کی، ساتھ یہ بھی فرمایا کہ یہودی صاف ستھرا نہیں رکھتے۔

طهروا أفنيتكم فإن اليهود لا تطهر أفنيتها [۱۳]

''تم اپنے گھر بار کو صاف ستھرا رکھا کرو۔ یہود اپنے گھروں کو صاف ستھرا نہیں رکھتے۔''

آپ نے گھر بار کے حوالے سے یہودیوں کے گندے کلچر کے مقابلے میں انتہائی صاف ستھرا کلچر پیش کیا بلکہ اسلامی کلچر میں الطھور شطر الایمان [۱۴] فرما کر ہر طرح سے صفائی کو نصف ایمان ٹھہرایا گیا۔ دورِ حاضر کے مسلم مفکر عالیجاہ عزت بیگو ویچ کے الفاظ میں

''یہ اسلام کا اعزاز ہے کہ اس نے جسمانی صفائی کو بھی ایمان وعقیدے کا جزو بنایا۔ دیگر تمام مذاہب میں جسم اور اس کی نظافت 'خارج از بحث' ہے۔ مثال کے طور پر مسیحیت کے پھلنے پھولنے کے ساتھ رومی تہذیب کے بنائے ہوئے غسل خانے غائب ہونے لگے۔ کلیسا نے غسل خانے، گرجا گھروں اور معبد خانوں میں تبدیل کر دیئے۔ اس کے برعکس اسلام نے مساجد کے ساتھ غسل خانے اور طہارت خانے قائم کروائے۔ دنیا میں کوئی ایسی مسجد نہیں ہے جس میں فوارہ (یا موجودہ دور میں وضو خانہ) نہ ہو۔ یہ سب اتفاقی طور پر نہیں ہوا'' [۱۵]۔

دورِ جاہلیت میں عربوں میں یہ رواج تھا کہ وہ بچے کی پیدائش پر عقیقہ کے جانور کے خون میں روئی رنگتے اور پھر بچے کی حجامت کے بعد یہ روئی سر پر رکھتے۔ آپؐ نے ان کی اس جاہلانہ رسم کی مخالفت کی اور اس کی جگہ اس کے سر پر خوشبو لگانے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: اجعلوا مکان الدم خلوقا [۱۶] ''خون کے مقامات پر خوشبو لگاؤ'' کیونکہ آپؐ ایسا کلچر پروان چڑھا رہے تھے جو ہر طرف خوشبوئیں بکھیرنے والا تھا۔

اہل کتاب کی مخالفت کرتے ہوئے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کم کرنے کی تلقین کی۔ تاکہ اسلامی تہذیب کی شناخت ہو اور مسلمان ہر جگہ اپنی ثقافت کا علمبردار ہو۔ آپؐ نے فرمایا:

"وفّروا عثانينكم وقصروا سبالكم وخالفوا أهل الكتاب" [۱۷]

''اپنی داڑھیوں کو بڑھاؤ، مونچھوں کو کاٹو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔''

سر پر غیر مہذبانہ اور مضحکہ خیز انداز میں کچھ بال کٹوانے اور کچھ چھوڑنے والی طرزِ حجامت کو ترک کرنے کا حکم دیا: نهى عن القزع قال وما القزع؟ قال: أن يحلق من رأس الصبى مكان ويترك مكان [۱۸]

''رسول اللہ نے 'قزع' سے منع کیا، صحابہ نے پوچھا: اللہ کے رسول! 'قزع' کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: بچے کے سر کے کچھ بال کٹوا لئے جائیں اور سر کا کچھ حصہ ایسے ہی چھوڑ دیا جائے۔''

© rasailojaraid.com

سر اور داڑھی کے سفید بالوں کو یہود و نصاریٰ کی مخالفت میں مہندی سے رنگنے کا حکم دے کر آپؐ نے اپنی ثقافتی جنگ جاری رکھی اور فرمایا: "إن اليهود والنصارىٰ لا يصبغون فخالفوهم" (۱۹)

''بے شک یہود و نصاریٰ (سر اور داڑھی) کے بالوں کو رنگتے نہیں، تم ان کی مخالفت کرو''

وضع قطع کے علاوہ لباس تک میں کفار کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا۔ آپؐ نے جب حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص پر زرد رنگ میں رنگا ہوا کپڑا دیکھا تو فرمایا: "أ أمك أمرتك بهذا؟ کیا تیری ماں نے تجھے یہ پہننے کا حکم دیا ہے؟ حضرت عبداللہؓ آپؐ کی ناراضگی جان گئے اور پوچھا کیا اس کو دھو ڈالوں؟ آپؐ نے فرمایا: بل أحرقهما إن هذه من ثياب الكفار فلا تلبسها" (۲۰)

''بلکہ انہیں جلا دو۔ یہ کفار کے کپڑے ہیں، انہیں مت پہنو''۔

مشہور عربی مقولہ ہے کہ الناس باللباس ''لباس لوگوں کی پہچان ہوتا ہے''۔ پیغمبر اسلام کو یہ قطعاً پسند نہیں تھا کہ ایک مسلمان غیر اسلامی تہذیب کا مظہر مخصوص لباس پہن کر ان کی تہذیب کا چلتا پھرتا نمائندہ نظر آئے۔ بلکہ غیر اسلامی تہذیب کا کوئی رنگ ڈھنگ وجودِ مسلم پر عیاں ہونا اسلامی غیرت کے منافی ہے۔ اسی لئے آپؐ نے لباسِ رہبان پہننے والے کے بارے میں اپنے غصے کا اظہار فرمایا۔ اور اسے صحیح معنوں میں اپنے ماننے والوں میں ہی تسلیم نہیں کیا۔ جیسا کہ حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إياكم ولبوس الرهبان، فإنه من تزيا بهم أوتشبه فليس منى" (۲۱)

''راہبوں کا لباس پہننے سے بچو، جس نے ان کا سا لباس پہنا، یا ان سے مشابہت اختیار کی وہ میرے طریقہ پر نہیں۔''

مسلمانوں کو آپ نے اپنی معاشرت میں یہود و نصاریٰ کے طرزِ ملاقات اور اندازِ دعا و سلام کے اپنانے سے بھی روکا تاکہ ان کی تہذیبی روایات مسلمانوں میں در نہ آئیں۔ آپ نے فرمایا: "لاتسلموا تسليم اليهود والنصارىٰ فإن تسليمهم بالأكف والرءوس والإشارة" (۲۲)

''یہود اور نصاریٰ کا طرزِ سلام اختیار نہ کرو۔ وہ ہاتھ، سر اور اشارہ سے سلام کرتے ہیں۔''

یہود و نصاریٰ کے سر اور ہاتھ کے مخصوص اشارے والے سلام کے علاوہ آپؐ نے مشرکین عرب کے اندازِ سلام و کلام کو بھی پسند نہیں فرمایا۔ جب غزوۂ بدر میں مشرکین مکہ شکست کھا کر غم و غصہ میں تلملا رہے تھے تو صفوان بن امیہ نے عمیر بن وہب جمحی کو آپؐ کے قتل کے لئے بھیجا۔ عمیر نے مدینہ پہنچ کر مسجدِ نبوی میں آپؐ سے ملاقات پر صبح بخیر کہا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک ایسے تحیہ سے مشرف کیا ہے جو تمہارے اس تحیہ سے بہتر ہے یعنی سلام سے، جو اہل جنت کا تحیہ ہے''۔ (۲۳)

آپؐ نے مسلمانوں کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ' جیسا سلامتی والا سلام سکھایا ہے اور ساتھ یہ بھی

© rasaloirdu.com

تلقین کی ہے کہ یہ تمہارا مخصوص ثقافتی شعار ہے، تم نے اپنے اس ثقافتی شعار (Symbol) کو یہود ونصاریٰ کے لئے قطعاً پیش نہیں کرنا ہے: لاتبدؤا الیهود ولا النصاریٰ بالسلام (۲۴) ''یہود ونصاریٰ کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو'۔ آپؐ کو اپنے پاکیزہ کلچر کی کسی درجے میں بھی اِہانت گوارا نہ تھی؛ بایں سبب غیر مسلم کے لئے السلام علیکم کہہ کر ملاقات کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ کیونکہ یہ اغیار کی ثقافت کا حصہ نہیں ہے بلکہ خاص مسلم ثقافت کی پہچان ہے۔

بوقتِ ملاقات ایک انسان کا دوسرے کی بڑائی کے لئے اس کے آگے جھکنا انسانیت کی تذلیل ہے کیونکہ بندہ خالق کی بجائے اپنے جیسے ایک دوسرے بندے کے آگے جھک رہا ہے۔ آپؐ نے اپنی ثقافت میں اس ذلت سے انسانیت کو نکال کر برابری کے درجے میں ملنے کو رواج دیا اور فرمایا: لا ینحی الرجل للرجل...... (۲۵)

اسی طرح عجمی طرزِ استقبال کو بھی؛ جس میں کسی بڑے کی آمد پر کھڑے ہونے کا رواج تھا؛ آپؐ نے یہ کہہ کر ردّ کردیا: "لا تقوموا کما یقوم الأعاجم" (۲۶) اس استقبال میں بھی شرفِ انسانی پامال ہوتا تھا۔ آپؐ نے ایسے کلچر کو قطعاً فروغ دینا مناسب نہیں سمجھا، اس لئے عجمی کلچر کی نفی کی۔ غیر اسلامی تہذیبیں اپنے علمبرداروں میں تکبر وغرور کو خوب پروان چڑھاتی ہیں۔ ان کی چال ڈھال اور لباس فاخرانہ انداز کے عکاس ہوتے ہیں، درحقیقت یہ کبر ونخوت کا وطیرہ اخلاقیات کی دنیا میں اخلاقِ رذیلہ میں شمار ہوتا ہے جب کہ آپؐ اخلاقِ فاضلہ کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوئے تھے: "إنما بعثت لأتمم مکارم الأخلاق" (۲۷) ''میں مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں''

یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے لباس اور چال ڈھال میں متکبرانہ رویے کی ہمیشہ حوصلہ شکنی کی اور فرمایا:

"إن الله لا ینظر إلی من جرثوبه خیلاء" (۲۸)

''اللہ اس شخص کی طرف نظر تک نہیں اٹھاتے جو تکبر سے اپنا کپڑا ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر چلتا ہے''

نیز قرآن نے بھی نصیحتِ لقمان نقل کی ہے: (۲۹)

﴿لَا تَمْشِ فِیْ الأَرْضِ مَرَحًا، إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا﴾

''زمین پر اکڑ کر مت چل، اس سے نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ ہی پہاڑوں کی بلندیوں کو پہنچ سکتا ہے۔''

آدابِ خورد ونوش کسی کلچر کا اہم ترین حصہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ آدمی کی پہچان کھانے کی میز پر ہوتی ہے۔ آپؐ نے مسلم دسترخواں پر حلال اور طیب اشیا سجانے کی اجازت دی ہے۔ اس کے برعکس حرام اور خبیث اشیا کی طرف ہاتھ بڑھانے کی قطعاً اجازت نہیں دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بلی یا چوہے، کتے یا خنزیر

© rasailojaraid.com

کے غلیظ گوشت کبھی بھی مسلمانوں کے دستر خوان کی زینت نہیں بنے۔

علاوہ ازیں فرداً فرداً کھانے کی عربی ثقافت میں تکبر کی بو اور باہمی پیار محبت کا فقدان نظر آتا تھا۔اس لئے آپؐ نے مل کر کھانے کو باعث برکت قرار دیتے ہوئے اس کلچر کو رواج دیا۔(۳۰) نیز میلے کچیلے ہاتھ منہ کے ساتھ کھانے پر جھپٹ پڑنے کی بجائے ہاتھ دھوکر، بسم اللہ پڑھ کر، اپنے سامنے سے اطمینان اور سکون کے ساتھ کھانے کا انتہائی مہذبانہ کلچر پروان چڑھایا۔(۳۱) کوئی بھی غیر اسلامی تہذیب آج تک اس مسلم ثقافت کا مقابلہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکی۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ کی طرح کچھ لوگ ترکِ یہودیت کے بعد اسلام میں داخل ہوئے۔ سابقہ مذہبی اثرات کے تحت ہفتے کے دن کو متبرک گردانتے ہوئے اس دن کی تعظیم، رات کی عبادتی رسم کی ادائیگی اور تورات کی چند آیتوں کے موافق عمل کرنے کی آپؐ سے اجازت چاہی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَافَّةً﴾ (۳۲) مسلمانو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہوجاؤ، یعنی اسلام اپنے ساتھ تہذیبِ اغیار کی ذراسی آلائش بھی گوارا نہیں کرتا بلکہ دوٹوک ثقافتی جنگ کا اعلان کرتا ہے۔

آپ نے یہودیوں کے متبرک دن ہفتے اور عیسائیوں کے متبرک دن اِتوار کو چھوڑ کر اپنے لئے جمعہ کے دن کو پسند فرمایا۔یعنی ہفتہ وار مذہبی عبادت کے لئے دوسرے مذاہب کے طور اطوار اپنانا تو دور کی بات ہے، آپؐ نے دن کی مماثلت بھی گوارا نہیں کی بلکہ جگہ جگہ ثقافتی ٹکر مول لی۔ اغیار کی اجارہ داری کے سامنے یا اپنی رواداری کے نام پر ثقافتی جنگ میں قطعاً نرم رویہ نہیں دکھایا۔ بلکہ معاشرتی روایات ہوں خواہ مذہبی رسومات، ہر جگہ اپنے عقیدے کی بنیاد پر سلامتی پر مبنی روایات اور خالص عبادات پر مبنی ثقافت کو ترویج دی۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں 'امام الجاہلیۃ' کا باب باندھ کر اس ٹکراؤ کی نشاندہی کی ہے۔(۳۳)

نماز کے لئے اعلان یا بلاوے کے حوالے سے جب آپؐ کے سامنے نرسنگا کی تجویز رکھی گئی تو آپؐ نے اس کو ناپسند فرمایا کہ یہ یہود کا کام ہے، اس کے بعد ناقوس کی تجویز سامنے آئی تو آپؐ نے اسے بھی نصاریٰ کا کام کہہ کر ناپسند قرار دیا۔(۳۴) ثقافتی جنگ یہاں بھی جاری تھی اور آپؐ اہل کتاب سے عبادت میں کسی طور مشابہت کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ اہل کتاب کا قبلہ پسند نہیں رہا بلکہ یہاں بھی تبدیلی ضروری جانی۔ بار بار اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے بیت اللہ کو قبلہ ٹھہرائے جانے کی التجا میں ثقافتی جنگ کی روح کارفرما نظر آتی ہے۔ بالآخر یہود و نصاریٰ کے قبلے کی بجائے اپنی پسند کے قبلے کی طرف رخ کرنے کی اجازت مل گئی۔(۳۵)

© rasailojaraid.com

غیر اسلامی تہذیبوں سے مذہبی مشابہت پیغمبر انقلاب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزاج کے خلاف تھی، اس لئے اوقاتِ عبادات بھی الگ مقرر کئے اور اغیار کے اوقاتِ عبادت مثلاً طلوعِ آفتاب، غروبِ آفتاب کے وقت عبادت ممنوع قرار دی۔[٣٦]

طریق عبادت میں بھی ثقافتی ٹکراؤ جگہ جگہ نظر آتا ہے۔ ایک آدمی کو بائیں ہاتھ پر ٹیک لگائے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھ کر آپؐ نے منع فرماتے ہوئے کہا: إنها صلاة اليهود[٣٧] یہ یہودیوں کی سی نماز ہے۔ اسی طرح یہود کی مخالفت کا حکم دیتے ہوئے آپؐ نے فرمایا:

خالفوا اليهود فإنهم لايصلون فی نعالهم ولا خفافهم"[٣٨]

''یہود جوتے اور موزے میں نماز ادا نہیں کرتے، تم اس میں ان سے مخالفت کرو''

نماز کے بہت سے مسائل کی طرح روزے کے بارے میں بھی مخالفت والا رویہ ظاہر و باہر ہے۔ سحری کو اپنے اور اہل کتاب کے روزہ کے درمیان فرق قرار دے کر روزے کے آغاز سے ہی مخالفت کی بنیاد رکھی اور فرمایا: "فصل ما بين صيامنا وصيام أهل الكتاب: أكلة السحور"[٣٩]

''ہمارے اور اہل کتاب کے روزے کے درمیان بنیادی فرق سحری کھانا ہے۔''

آپ نے یہود و نصاریٰ کی مخالفت کے لئے روزے کی افطاری میں تعجیل کو اظہارِ دین کا سبب قرار دیا ہے۔ یعنی جب تک مخالفت برقرار رہے گی، افطاری بلا تاخیر ہوگی، مسلمان غالب رہیں گے؛ اس کے برعکس اگر مخالفت ترک کر دیں، افطار میں تعجیل کی بجائے احتیاط کے نام پر تاخیر در کر آئے گی تو غلبہ دین باقی نہیں رہے گا۔ حدیثِ نبویؐ کے الفاظ کچھ یوں ہیں: "لايزال الدين ظاهرا ماعجل الناس الفطر لأن اليهود والنصارىٰ يؤخرون"[٤٠]

''دین اسلام اس وقت تک غالب رہے گا جب تک مسلمان افطاری میں جلدی کرتے رہیں گے کیونکہ یہود و نصاریٰ اس میں تاخیر کرتے ہیں۔''

حضرت اُمّ سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہفتے اور اتوار کے دن اکثر روزہ رکھا کرتے تھے اور فرماتے کہ إنهما يوما عيد للمشركين وأنا أريد أن أخالفهم"[٤١]

''یہ مشرکوں کی عید کے دن ہیں اور میں ان کی مخالفت کرنا پسند کرتا ہوں۔''

یہودی عاشورا کا روزہ رکھا کرتے تھے، آپ نے ان کی مخالفت کے لئے صحابہ کو حکم دیا

صوموا التاسع والعاشر وخالفوا اليهود[٤٢]

''نو اور دس محرم دونوں کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو''

نماز اور روزے کی طرح حج میں بھی اَغیار کی مخالفت کا رجحان جاری ہے۔ مشرکین عرب حج کے

© rasailojaraid.com

دوران غروبِ آفتاب سے قبل عرفات سے چل پڑتے تھے اور مزدلفہ سے طلوعِ آفتاب کے بعد روانہ ہوتے۔ آپؐ نے ان کی مخالفت کرتے ہوئے عرفات سے غروبِ آفتاب کے بعد اور مزدلفہ سے طلوعِ آفتاب سے قبل کا اسلامی طریقہ جاری کیا۔ (۴۳)

سیرتِ نبوی کا تفصیلی مطالعہ ایسے بہت سے اُمور سامنے لاتا ہے۔ جن میں آپؐ نے ثقافتی جنگ لڑی۔ چند روایات کی نشان دہی کی جاچکی ہے۔ کیا یہ ساری مخالفت، مخالفت برائے مخالفت کی سوچ کے تحت تھی یا اعلیٰ اخلاقی اقدار اور بہترین تہذیبی روایات کو فروغ دینےکی خاطر تھی؟ حقیقت یہ ہے کہ اس مخالفت کا سبب غیر مسلم تہذیبی روایات کا شر تھا یا پھر ان روایات کا کفر کا نمائندہ ہونا تھا۔ ورنہ اسلام کا یہ مزاج قطعاً نہیں ہے کہ مخالفت کے نام پر برائی کے ساتھ ہر اچھائی کی بھی مخالفت کرتا چلا جائے۔

رسول اللہ ﷺ کی قائم کردہ تہذیبِ اسلامی کے بالمقابل اس دور کی دیگر تہذیبیں اعلیٰ تعلیمات اور بہترین تہذیبی روایات میں مقابلہ کرنے سے قاصر تھیں۔ علاوہ ازیں اسلامی تہذیب میں زندگی کے ہر میدان میں جدت (Modernization) اور ترقی کی گنجائش موجود ہے۔ اپنے غلبے کے دور میں تہذیبِ انسانی کے ارتقا میں اسلامی تہذیب نے بھرپور کردار ادا کیا۔ حتیٰ کہ مغربی دانشوروں نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے۔ آج بھی اسلامی تہذیب میں یہ صلاحیت باقی ہے۔ صرف اس تہذیب کے ماننے والوں میں حضرت عمرؓ جیسے پختہ فکر حاملین کی ضرورت ہے۔

حضرت عمرؓ کو بیت المقدس کی فتح پر چابیاں پیش کرنے کے لئے اہل کتاب نے یاد کیا تھا۔ حضرت عمرؓ تشریف لائے۔ کپڑے پیوند زدہ تھے۔ سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ نے اعلیٰ لباس پہننے کی گذارش کی تو فرمایا کہ ہمیں عزت اسلام کی بدولت نصیب ہوئی ہے (۴۴) لباس کی بدولت نہیں۔

اسلام اور اسلام کی بنیاد پر معرض وجود میں آنے والی اسلامی تہذیب کل بھی عزت بخشنے والی تھی اور آج بھی ہے، کل بھی ہوگی۔ اور صرف اور صرف یہی تہذیب انسانیت کے لئے سلامتی کا پیغام اور بہترین طرزِ زندگی کا نمونہ پیش کرسکتی ہے؛ جس میں ہر علاقے، موسم اور افراد کے مطابق لچک موجود ہے اور اسی لچک کی بدولت اسلامی تہذیب دنیا میں ہرجگہ چل سکی۔ یہ تہذیب بنیادی ٹھوس فکری راہنمائی میں تو لچک نہیں دیتی لیکن ظاہری رویوں میں کفر وشرک کی نمائندہ نہ ٹھہرنے والی تمام روایات کے ساتھ نبھا کا سبق دیتی ہے۔ فطرتِ انسانی کی ہر خواہش پر پہرے بٹھانے یا شترِ بے مہار کی طرح آزاد چھوڑنے کی بجائے اسے اعتدال کی راہ دکھاتی ہے۔ لہٰذا ہمیں پھر سے اپنی اسلامی تہذیب کی طرف پلٹنے کی ضرورت ہے۔ لیکن ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ذہنی طور پر مرعوب ہونے کی وجہ سے ہمیں اسلام تو پسند ہے لیکن اسلامی

www.KitaboSunnat.com

تہذیب پسند نہیں جبکہ سیرت النبیؐ کی تعلیمات اس کے برعکس ہے۔

آپؐ اپنے ہر خطبے میں فرمایا کرتے تھے: خير الهدى هدى محمد ﷺ [۴۵] یعنی ''محمد ﷺ کا تہذیبی رویہ ہی سب سے بہتر تہذیبی رویہ ہے''۔اس تہذیب کے دامن پر کوئی سیاہ دھبہ نہیں ہے؛ بلکہ ليلها كنهارها کہ اس کی توراتیں بھی دن جیسی روشن ہیں اور اس تہذیب کا معاشرتی وسماجی رویہ اپنے اندر بڑی کشادگی رکھتا ہے۔ ایک دفعہ عید کے موقع پر حبشی اپنا کھیل کھیل رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا: ليعلم اليهود أن في ديننا فسحة [۴۶]

''یہودیوں کو خبر ہونی چاہیۓ کہ ہمارا دین یعنی ہماری ثقافت بڑی وسعت رکھتی ہے۔''

اس روایت سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ اسلامی تہذیب تنگ نظر یا گھٹن والے رویے کی آئینہ دار نہیں ہے البتہ نام نہاد آزادی کے نام پر آوارگی پھیلانے والے، انسانیت کے لئے تباہ کن تہذیبی رویوں کی ضرور مخالف ہے۔

آج ہمیں مغرب کی بڑھتی ہوئی ثقافتی یلغار کے مقابلے میں اپنے کردار اور رویے کا سیرت النبیؐ کی روشنی میں جائزہ لینا چاہیۓ۔ ان کے 'تھنک ٹینک' انہیں یہ سبق دے رہے ہیں کہ عسکری چڑھائی کے ذریعے کوئی ملک فتح کرنا مشکل ہے اور اس پر قبضہ رکھنا دنیا بھر سے بدنامی کا باعث ہے۔اس کی بجائے تہذیبی تصادم کی راہ اپناتے ہوئے تہذیبی غلبہ پائیں اور پھر تہذیبی لوازمات فروخت کرکے خوب دولت کمائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آج مسلمان علمی دنیا میں یتیم، سیاسی طور پر غیر مستحکم اور مالی طور پر بدحال ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہاورڈ یونیورسٹی کے مشہور سکالر پروفیسر سموئیل ہنٹنگٹن The Clash of Civilizations جیسے معروفِ زمانہ مقالے لکھ کر اہل یورپ کو تہذیبِ اسلامی سے تصادم کی راہ دکھا رہے ہیں اور مغرب نے موجودہ عالمی غلبہ کے زعم میں اپنی ثقافت کے پرچار میں سب کچھ روا سمجھ رکھا ہے۔ [۴۷] حالانکہ یہ کلچر انسانیت کے لئے تباہی کا پیغام لا رہا ہے۔خود ان کے ہاں اعلیٰ اخلاقی اقدار کا جنازہ نکل چکا ہے۔خاندانی نظام بالکل نیست و نابود کردیا گیا ہے۔عزت وآبرو اور غیرت وحمیت نامی الفاظ ان کی ڈکشنریوں سے غائب ہونے کو ہیں۔ منافقت اور خود غرضی کو چالاکی اور دانش مندی سمجھا جاتا ہے۔ دورُخی زندگی اور دوغلا پن کو سیاست اور ڈپلومیسی کا نام دیا جاتا ہے۔ دنیا بھر میں اپنے استعماری غلبے کے دوام کی خاطر جگہ جگہ خاص طور پر خونِ مسلم کی ارزانی ان کے لئے تفریح طبع کا درجہ رکھتی ہے۔ جبکہ برصغیر کے نامور سیرت نگار قاضی محمد سلیمان منصورپوری کی تحقیق کے مطابق محمدی انقلاب کے ۲۳ سالہ دور میں کل ۹۱۸ افراد مسلم وغیر مسلم کام آئے تھے۔ [۴۸] وہاں تہذیبی غلبہ کے پیچھے یہ روح کارفرما تھی کہ

© rasailojaraid.com

پوری دنیا پر اسلام کا بول بالا ہوجائے: ﴿هُوَالَّذِیْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ﴾ (۴۹) ''وہ ذات جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ وہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے۔''

اور یہاں سرتاپا استعماری ذہنیت کارفرما ہے۔ وہاں پہلے 'غزوِفکری' پھر اعلیٰ تہذیبی روایات کے مظہر معاشرے کا قیام اور آخر میں اس کے علانیہ مخالفین سے مسلح ٹکراؤ (Armed Confilict) تھا۔ یہاں پر صرف سپر پاور کہلانے کا شوق ہے لیکن اس شوق کی تکمیل کے لئے اعلیٰ فکری تعلیمات اور بے مثال تمدنی روایات کی تہذیبی تائید موجود نہیں ہے۔ لہٰذا ہمیں موجودہ مرعوبانہ ذہنیت سے چھٹکارا پانا ہوگا، جس میں یورپ سے آمدہ ہر روایت سونے کی طرح چمکدار نظر آتی ہے، حالانکہ ''ہر چمک دار چیز سونا نہیں ہوتی!''

اسی طرح وہاں سے آمدہ ہر روایت کو ردّ کرنے کا رویہ اپنانے کی بجائے آپؐ کی سنت کے مطابق ایمان وعمل کے لئے غیر مضر کو قبول کرلینے میں کوئی حرج نہیں سمجھنا چاہئے۔ آج ہمیں اپنے آپ کو توازن واعتدال کی راہ پر گامزن ہوکر اس ثقافتی یلغار کا بغور جائزہ لینا ہوگا اور ہر روایت کو خذ ما صفا ودع ما کدر کی چھلنی سے گذار کر جرأت مندانہ پالیسی اپنانا ہوگی۔ جیسا کہ آپ نے غیلة (حاملہ کا دودھ پلانا) کے بارے میں روم وفارس کے رویے کو قبول کرلیا۔ (۵۰) نکاح کے بارے میں عرب روایات میں سے شرفِ انسانی کے لائق روایات کو قبول کیا اور باعثِ عار کو ردّ کردیا۔ (۵۱) زنا کی لعنتی رسم اور اس سے پیدا شدہ بچے پر دعویٰ کی رسم جاہلیت کے خاتمے کا اعلان فرمایا: ذهب أمر الجاهلية......الخ اور زانی کے لئے رجم کی سزا مقرر فرمائی۔ (۵۲)

آج بھی آپ جیسی مدبرانہ فراست کی ضرورت ہے۔ اپنی ثقافتی بنیادوں پر تعصب کی حد تک ایمان پختہ کرنا ہوگا۔ آج کھوکھلی مغربی ثقافت کی ظاہری چمک دمک کے سامنے ذہنی مرعوبیت کا شکار ہونے کی بجائے اس کی تباہ کاریوں کو طشت از بام کرنے کی ضرورت ہے۔ انسانیت کے لئے انتہائی مہلک رویوں کی علمبردار ہونے کی بنا پر اس مغربی ثقافت سے نفرت کی روش اختیار کرنی چاہئے۔ نیز اسلامی تہذیبی روایات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے احساسِ ندامت وشرمندگی کی بجائے اس نمائندگی کو باعثِ عزوشرف گردانا چاہئے کہ ہمیں انسانیت کے لئے اعلیٰ واکمل تہذیب کے امین ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آج کی فکری درماندگی اور تہذیبی طور پر درندگی کا شکار انسانیت اعلیٰ علمی، فکری وثقافتی قدروں کی متلاشی ہے۔ سیاسی وثقافتی استعمار کی یہ خواہش ہے کہ ہر طرح سے اس کا ہی بول بالا ہو یا کم از کم دو متضاد فکری نظام یعنی حق و باطل پہلو بہ پہلو چلتے رہیں تاکہ اس باطل کے وجود اور بقا کی ضمانت (Lease of

© rasailojaraid.com

رہے۔لیکن حق و باطل کے مابین پرامن بقائے باہمی (Peaceful Co-existan Existance) خود باطل ہے کیونکہ حق کے بعد سراسر گمراہی ہے﴿ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ﴾ (۵۳) اور یہ باطل اور ضلالت ختم ہونے والی ہے ﴿إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ (۵۴) لٰہذا نظریاتی ٹکراؤ اور تہذیبی تصادم کے سوا چارہ نہیں۔ غالب نظریہ اور اس بنیاد پر معرضِ وجود میں آنے والی تہذیب کا لامحالہ دوسرے نظریات اور تہذیبوں سے ٹکراؤ ہوتا ہے۔ اگر تصادم کے سوا کوئی راستہ ہوتا تو انبیاء ہرگز اس تصادم کی راہ پر نہ نکلتے۔

آج اگر دنیا بھر کے سیاسی وثقافتی میدانوں میں امریکی بالا دستی (Pax-Americana) ہے تو کل تک برطانوی بالادستی(Pax-Britainica) تھی۔ وہ بھی نہ رہی، یہ بھی نہ رہے گی۔ بہت جلد یہ تہذیب اپنے خنجر سے آپ خودکشی کرکے اپنا وجود کھونے والی ہے۔ اس کی جگہ لینے کے لئے مسلم کلچر کو تیار رہنا چاہئے۔ہمیں یہ تبدیلی نہ صرف ممکن بلکہ یقینی جان کر بھرپور تیاری کرنی چاہئے۔تہذیبی ٹکراؤ اور اس کے بعد اسلامی ثقافتی یلغار کے لئے بڑی دانش مندی سے منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ یہ تیاری کھوکھلے نعروں کی بجائے ٹھوس علمی فکری بنیادوں پر ہمہ جہتی ہونی چاہئے۔

نیز یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہنی چاہئے کہ اسلامی تہذیب میں وحدت ہے، یکسانیت نہیں یعنی فکری اساس ایک ہے عملی مظاہر میں اَحوال وظروف کی مناسبت سے فرق کی گنجائش ہی اس کی کامیابی کا راز ہے۔

آج کل دنیا کو یک قطبی (Uni-Polar) بنانے کی باتیں ہورہی ہیں۔لیکن غالب اقوام کے پاس وہ ٹھوس علمی وفکری راہنمائی اور بہترین عملی نمونہ موجود نہیں ہے جو ہر جگہ قابل قبول بھی ہو۔ جبکہ ہم اسلامی تہذیب کی صدیوں پر محیط تاریخ شاہدِ عدل کے طور پر پیش کرسکتے ہیں جس میں اسلامی تہذیب نے چار دانگ عالم میں آدابِ ملاقات،طرزِ لباس، آدابِ خوردونوش، طرزِ تحریر، اندازِ تعمیر سے لے کر دستورِ حکمرانی تک ہر ایک میں نمایاں لیکن کامیاب تبدیلیاں کیں۔ اس تہذیبی غلبے نے اپنے سائے میں صدیوں انسانیت کو پرامن، پرسکون اور باوقار زندگی گزارنے کے لئے سنہری ایام مہیا کئے۔تاریخ اپنے آپ کو دہرانے والی ہے۔ یہ سنہری دن پھر سے لوٹنے والے ہیں۔اے کاش! امتِ مسلمہ بروقت ہوشیار ہوجائے۔

آج مکالمے(Dialogue) کا دور ہے۔مغربی اقوام سے برابری کی سطح(Equal Footing) پر بات کرنے والے مسلم سکالرز کو ثقافتی جنگ میں اپنے رول سے آغاز کرنا چاہئے۔مغربی ثقافت کے علمبرداروں کے سامنے اس کے عیوب و نقائص اور لائی ہوئی انسانی تباہی کی حقیقی تصویر پیش کرنی چاہئے جوکہ استعماری الیکٹرانک میڈیا نے چھپا اور دبا رکھی ہے۔ علاوہ ازیں اسلامی تہذیب کی طویل تاریخی شہادت،ٹھوس علمی فکری راہنمائی اور عملی انطباقات کو کھل کر پیش کرنا چاہئے۔ڈائیلاگ کے علاوہ زندگی

© rasaliojaraid.com

کے ہر میدان میں تہذیبی لوازمات کے حوالے سے ضروری تیاری بھی جاری رہنی چاہئے تاکہ آمدہ تہذیبی تصادم میں کسی موڑ پر پسپائی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ ☆

---

(۱) القرآن (۸:الانفال:۳۲)
(۲) محمد بن حبیب، کتاب المحبر (لاہور) ص ۲۳۶، ۲۴۱، ۳۰۹
(۳) عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون، تاریخ ابن خلدون
(۴) القرآن (۲۲:الحج:۶۷)
(۵) القرآن (۱۱۱:الاخلاص:۰۳)
(۶) محمد بن عبدالوہاب، مسائل الجاهلية التى خالف فيها رسول ﷺ أهل الجاهلية، (القاهرة: ۱۳۹۷ھ)
(۷) الکتب الستۃ (صحیح مسلم)، (دارالسلام، الریاض، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء) ص ۶۷۸ (حدیث نمبر ۹۴ (۳۰۲)
(۸) الکتب الستۃ (سنن ابی داد) ص ۱۵۱۸ (حدیث نمبر ۴۰۳۱)
(۹) مراسیل ابی داود، (لاہور......) تحقیق وتعلیق، محمد عبدہ، ص:۱۸۳
(۱۰) شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیۃ للقسطلانی، (بیروت، ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء) ج۴ ص ۲۳۴
(۱۱) الکتب الستۃ (صحیح مسلم) ص ۶۷۸ (حدیث نمبر ۶۹۴ (۳۹۲)
(۱۲) علامہ ناصر الدین الالبانی، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، (بیروت، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء) ج:۱، ص:۴۱۹
(۱۳) البانی، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، ج۱، ص ۴۱۸، (حدیث نمبر ۲۳۶)
(۱۴) الکتب الستۃ (صحیح مسلم)، ص ۷۱۸، (حدیث نمبر ۵۳۴ (۲۲۳)
(۱۵) علی عزت بیگوویچ، اسلام اور مشرق ومغرب کی تہذیبی کشمکش، (لاہور، ۱۹۹۴ء، مترجم: ایوب منیر) ص ۲۷۷، مع حاشیہ
(۱۶) البانی، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، ج۱ ص ۷۵۲، (حدیث نمبر ۴۶۳)
(۱۷) البانی، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، ج۳ ص ۲۴۹ (حدیث نمبر ۱۲۴۵)
(۱۸) الکتب الستۃ (سنن ابن ماجہ)، ص ۲۶۹۵ (حدیث ۳۶۳۷)، مسند احمد (دارالمعارف بمصر، ۱۹۵۰ء) حدیث ۳۴۷۳
(۱۹) الکتب الستۃ (صحیح بخاری)، ص ۲۸۲ (حدیث نمبر ۳۴۶۲)
(۲۰) الکتب الستۃ (صحیح مسلم) ص ۱۰۵۰، (حدیث ۵۴۳۶ (۲۰۷۷)، ۵۴۳۴، (۲۰۷۷) / الکتب الستۃ (سنن النسائی) ص ۲۴۲۷، (حدیث نمبر ۵۳۱۸)، ابوعبداللہ الحاکم النیسابوری، المستدرک علی الصحیحین (بیروت،......) ج۴ ص ۱۹۰
(۲۱) اخرجہ الطبرانی فی الاوسط بسند لا باس بہ کذا فی الفتح، ج ۱۰، ص ۲۲۳ بحوالہ حجاب المرأة المسلمة للالبانی، ص ۹۳
(۲۲) البانی، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، ج۴ ص ۳۸۹
(۲۳) صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، (لاہور، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء) ص ۳۸۷
(۲۴) الکتب الستۃ (صحیح مسلم) ص ۱۰۶۴ (حدیث ۵۶۶۱ (۲۱۶۷) / (جامع ترمذی) ص ۱۹۲۴ (حدیث ۲۷۰۰)
(۲۵) البانی، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، ج۱، ص ۲۵۰
(۲۶) الکتب الستۃ (سنن ابی داود) ص ۱۶۰۵ (حدیث نمبر ۵۲۳۰)
(۲۷) ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، الادب المفرد (المکتبۃ الاثریہ، سانگلہ ہل......؟) ص ۸۷ (حدیث نمبر ۲۷۳)
البانی، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، ج۱، ص ۷۵ (حدیث نمبر ۴۵)

© rasailojaraid.com

(۲۸) الکتب الستۃ (صحیح مسلم) ص ۱۰۵۱، (حدیث نمبر ۵۴۵۳ (۲۰۸۵)
(۲۹) القرآن (۱۷: الاسراء: ۳۷) (۳۰) احمد عبدالرحمٰن البناء، الفتح الربانی، (القاہرۃ) ج ۱۷، ص ۸۸
(۳۱) احمد عبدالرحمٰن البناء، الفتح الربانی، ج ۱۷، ص ۹۰، ۹۲
(۳۲) سید احمد حسن، احسن التفاسیر (لاہور، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴) ج ۱، ص ۱۶۳
(۳۳) الکتب الستۃ (صحیح البخاری)، کتاب مناقب الانصار، باب ایام الجاہلیۃ، ص ۳۱۱
(۳۴) الکتب الستۃ (سنن ابی داؤد) ص ۱۲۵۹، ۱۲۶۰ (حدیث نمبر ۴۰۹۸)
(۳۵) القرآن (۲: البقرۃ: ۱۴۴)
(۳۶) الکتب الستۃ (صحیح مسلم) ص ۸۰۸ (حدیث ۱۹۳۰ (۸۳۲) مسند ابی عوانہ، (بیروت ۱۹۹۸ء) ج ۱، ص ۳۸۶، ۳۸۷
(۳۷) مسند احمد، حدیث نمبر ۵۹۳۶ (۳۸) الکتب الستۃ (سنن ابی داود)، ص ۱۲۷۱ (حدیث نمبر ۶۵۲)
(۳۹) الکتب الستۃ (صحیح مسلم) ص ۸۵۳ (حدیث نمبر ۲۵۵۰ (۱۰۹۶)
(۴۰) الکتب الستۃ (سنن ابی داود) ص ۱۳۹۸ (حدیث ۳۳۵۳) / (سنن ابن ماجہ) ص ۲۵۷۸ (حدیث ۱۶۹۸)
(۴۱) ابوبکر محمد بن اسحٰق بن خزیمہ، صحیح ابن خزیمہ، (بیروت ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء) ج ۳، ص ۳۱۸ (حدیث نمبر ۲۱۶۷)
(۴۲) السنن الکبریٰ للبیہقی، (ملتان ......) ج ۴، ص ۲۸۷
(۴۳) الکتب الستۃ (صحیح البخاری) ص ۳۱۱، (حدیث ۳۸۳۸) الکتب الستۃ (سنن النسائی) ص ۲۲۸۳، (حدیث ۳۰۵۰) سنن الدارمی، (ملتان) ج ۱ ص ۳۸۷، مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۵۲۳، السنن الکبریٰ للبیہقی بحوالہ حجاب المرأۃ للالبانی ص ۹۱
(۴۴) ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، (بیروت ۱۹۶۶ء) ج ۷، ص ۶۰
(۴۵) الکتب السنۃ (صحیح مسلم) ص ۸۱۳، (حدیث نمبر ۲۰۰۵ (۸۶۷)
(۴۶) ابن قتیبہ، تاویل مختلف الحدیث (بیروت، ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء، تحقیق وتعلیق محمد عبدالرحیم،) ص ۲۶۵
(۴۷) Samuel P.Huntington, The clash of Civilization, p 126, Lahore, (Contemporary Affairs, Editor: M.Imtiaz Shahid.)
(۴۸) قاضی محمد سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین (لاہور ۱۹۶۸ء) ج ۲، ص ۲۱۹
(۴۹) القرآن (۶۱: الصّف: ۹)
(۵۰) الامیر علاؤ الدین علی بن بلبان الفارسی، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، (المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ......) ج ۷، ص ۱۹۹، (عن جذامة بنت وهب الأسدية أنها سمعت رسول الله ﷺ يقول: لقد هممت أن أنهى عن الغيله حتى ذكرت أن الروم و فارس يصنعون ذلك فلا يضر أولادهم
(۵۱) الکتب الستۃ (صحیح بخاری)، ص ۴۴۳، ۴۴۴ (حدیث نمبر ۵۱۲۷)، الکتب السنۃ (سنن ابی داود) ص ۱۳۹۱، (حدیث نمبر ۲۲۷۲) عن عائشةؓ: أن النكاح فى الجاهلية كان على أربع أنحاء...... فلما بعث محمد ﷺ بالحق هدم نكاح الجاهلية كله إلا نكاح النا س اليوم
(۵۲) الکتب الستۃ (سنن ابی داود) ص ۱۳۹۱ (حدیث نمبر ۲۲۷۴)
(۵۳) القرآن (۱۰: یونس: ۳۲) (۵۴) القرآن (۱۷: الاسراء: ۸۱)

© rasailojaraid.com